منٹ گمری واٹ بطور سیرت نگار

مدثر حسین سیان☆

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق مستشرقین کے موقف کی تشکیل ایک ایسے دینی دائرے کے اندر ہوتی ہے جس میں قومی تعصب، عدم واقفیت، بغض و کینے اور نفرت و کدورت کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو کچھ ہرزہ سرائی کی ہے اسے بطور استشہاد پیش کرنے کے لئے بھی طبیعت آمادہ نہیں ہوتی اور قلم میں لرزش پیدا ہوتی ہے، مگر نقل کفر کفر نہ باشد کے بہ موجب ان کے بعض ہفوات نقل کرنا گزیر ہیں۔ اس لئے ہم آئندہ صفحات میں منٹ گمری واٹ کی جانب سے آنحضور ﷺ کی شخصیت پر لگائے گئے الزامات کا علمی محاکمہ کریں گے۔ یہ وہ مستشرق ہے جس کے بارے میں ایک عمومی رائے یہ ہے کہ یہ غیر جانب دار مستشرق ہے، یہ بھی محض قیاس آرائی ہے، ورنہ درون پردہ اس نے بھی اسی طرح حضور ﷺ پر الزام تراشی کی ہے جس طرح مستشرقین کا عمومی رویہ ہے۔

مستشرقین اور سیرت رسول ﷺ

مستشرقین نے ہر اس چیز کے خلاف اپنی فکری، عملی، قولی اور فعلی، ذہنی اور قلبی صلاحیتیں صرف کیں جس کا تعلق اسلام سے تھا۔ جو چیز قلعہ اسلام کے لئے جتنی ناگزیر تھی وہ اسی شدت کے ساتھ مستشرقین کی فتنہ انگیزیوں کا نشانہ بنی۔ انہوں نے قرآن حکیم کے خلاف دل کھول کر نشتر زنی کی۔ احادیث مبارکہ سے امت کے اعتماد کو ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور تعلیمات اسلام کو اس انداز میں پیش کیا کہ جو بھی دیکھے کراہت محسوس کرے۔ اسلام میں جو چیز بالخصوص مستشرقین کے حملے کا نشانہ بنی وہ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ تھی۔ حالانکہ یہ سیرت مبارکہ روزِ روشن کی طرح تھی اور ابوسفیان باوجود دشمن ہونے کے ہرقل کے دربار میں کوئی ایسی بات نہ کہہ سکا جو جھوٹی ہو۔ وہ کافر ضرور تھا لیکن اس کے نزدیک جھوٹ ایک اخلاقی مرض تھا۔ اس لئے وہ جھوٹ نہ بول سکا اور کفار مکہ آپ ﷺ سے شدید عداوت رکھنے کے باوجود آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔

☆ لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج پنڈی گھیب۔ اٹک

مستشرقین ان سب حقیقتوں سے آشنا ہونے کے باوجود روایتی تعصب اور تنگ نظری سے دامن نہ چھڑا سکے۔انہوں نے حضور ﷺ کے دامن کو داغ دار کرنے کے لئے مختلف انداز اختیار کئے، کبھی آپ کو اپنے ڈراموں، فلموں اور تصویری کہانیوں کے ناپسندیدہ کرداروں کی شکل میں پیش کیا، کبھی آپ کے جسم مبارک کو جہنم کے پست ترین درجوں میں دکھایا، غرض کہ جو بھی اخلاقی برائی کسی شخص میں ہوسکتی تھی (نعوذ باللہ) آپ کو اس میں گرفتار دکھایا گیا۔

مستشرقین کی سیرت نویسی کا یہ انداز قرون وسطٰی میں عام تھا اور آج بھی مکمل ختم نہیں ہوا۔سلمان رشدی نے Satanic Verses اسی انداز میں لکھی جس انداز میں قرون وسطٰی کے مستشرقین حضور ﷺ کے متعلق لکھتے تھے۔آپ ﷺ کی عظمت اور صداقت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ آپ کے دشمن آپ کے خلاف کبھی کسی الزام پر متفق نہیں ہوسکے۔ایک مستشرق نے آپ کے خلاف جو الزام تراشا دوسرے مستشرق نے اس کی تردید کی، ایک دشمن نے حضور ﷺ کے کردار کو مجروح کرنے کے لئے شوشہ چھوڑا تو کسی دوسرے دشمن نے اس کو بے بنیاد قرار دیا۔تاہم جو لوگ حضور ﷺ کے خلاف لگائے جانے والے کسی الزام کی تردید کرتے ہیں وہ خود کوئی دوسرا الزام، اس پہلے سے بھی زیادہ ہولناک اور بے بنیاد تراش کر حضور ﷺ کے کردار کو داغ دار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مستشرقین سیرت نگاروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو الزام تراشیاں کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔حضور ﷺ خاندان بنی اسماعیل سے نہ تھے۔

۲۔بنو ہاشم کے مرتبے کو گھٹانے کی کوشش۔

۳۔آنحضور ﷺ کی زندگی مکہ معظمہ تک پیغمبرانہ زندگی ہے، لیکن مدینے میں جا کر جب زور قوت حاصل ہوتی ہے تو دفعتاً پیغمبری بادشاہی سے بدل جاتی ہے۔

۴۔حضور ﷺ کو (نعوذ باللہ) مرگی کا مریض قرار دینا۔

۵۔کثرت ازواج اور میل الی النساء۔

۶۔مذہب کی اشاعت جبر اور زور سے وغیرہ۔(۱)

حیات منٹ گمری واٹ

ولیم منٹ گمری واٹ ۱۴ مارچ ۱۹۰۹ء کو اسکاٹ لینڈ کے قصبے فی فی (FiFi) کے نواحی گاؤں سیریس

(Ceres) میں ڈیوڈ اینڈ ریو واٹ اور میری برنز کے ہاں پیدا ہوا، ابتدائی تعلیم لانرک شائر اور ایڈن برگ سے حاصل کی بعد ازاں وہ یونیورسٹی آف ایڈن برگ (۳۰۔۱۹۲۷ء) اور ۳۳۔۱۹۳۰ء Balliol کالج، آکسفورڈ میں زیر تعلیم رہا، اور لاطینی اور یونانی کے کلاسیکی ادب اور فلسفے میں ڈگریاں حاصل کیں۔

۳۸۔۱۹۳۴ء کے دوران واٹ یونیورسٹی آف ایڈن برگ میں اخلاقی فلسفے کے اسٹنٹ لیکچرر کے طور پر کام کرتا رہا، اسی دوران اس کی دلچسپی اسلام کی مسیحی تعبیر کی طرف ہوگئی۔ اور یونیورسٹی آف ایڈن برگ سے تحصیل علم کے بعد یروشلم کے اینجلیکن بشپ کے اسٹاف میں اسلامی علوم کے ماہر کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۴۴ء میں ایڈن برگ یونیورسٹی سے ''آزادی رائے اور تقدیر، ابتدائے اسلام میں'' کے عنوان پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ۷۹۔۱۹۴۷ء میں انہیں پروفیسر کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ بعد ازاں اسے پروفیسر آف ایمریٹس (تاحیات پروفیسر) کے خطاب سے نوازا گیا۔

۱۹۸۱ء میں یونیورسٹی آف کیلیفورنیا، لاس اینجلس نے ان کی علمی خدمات کے اعتراف میں (Levi Della Vida) میڈل دیا ۱۹۴۳ء منٹ گمری واٹ نے جین میکڈونلڈ سے شادی کی اور ان کے ہاں ۵ بچوں کی ولادت ہوئی۔ جب کہ واٹ کے پوتے پوتیوں کی تعداد ۹ ہے۔

منٹ گمری واٹ نے تیس کتابیں اور ۱۵۰ سے زائد تحقیقی مضامین لکھے، اس کی خصوصی دل چسپی کا مرکز نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات تھی، اور اس دلچسپی کی بنا پر اس نے محمد ایٹ مکہ، محمد ایٹ مدینہ اور محمد پرافٹ اینڈ اسٹیٹس مین جیسی کتب تصنیف کیں۔

۱۹۸۸ء میں اس کی کتاب History from the Quran منظر عام پر آئی۔ اس کی دلچسپی کا دوسرا اہم موضوع اسلامی مکاتب فکر کی ابتدائی تاریخ تھا، اس موضوع سے دلچسپی پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے کو لکھتے وقت پیدا ہوئی۔

منٹ گمری واٹ کے چند اہم تحقیقی مضامین درج ذیل ہیں:

۱۔ اسلامی فکر کا ابتدائی دور ۲۔ اسلامی فلسفہ اور الٰہیات ۳۔ مذاہب کی سچائی

۴۔ اسلام کے سیاسی افکار ۵۔ اسلام کیا ہے

ازمنہ وسطیٰ کے یورپ پر اسلام کے اثرات، اسلامی بنیاد پرستی اور جدیدیت، عصر حاضر میں اسلام اور مسیحیت، ابتدائی اسلام، منتخب مضامین، مسلم، مسیحی جنگیں مفروضے اور حقائق مذکورہ مضامین کے علاوہ منٹ گمری واٹ نے متعدد اہم مضامین پر رقم طرازی کی ہے۔(۲)

ان کے مضامین ایسے جرائد میں نکلتے رہے جو مسلمانوں کی راسخ العقیدگی کے حامل ہیں، انڈین

انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز نئی دہلی میں قرآن پاک کی دوسری بین الاقوامی کانگریس جو دسمبر ۱۹۸۲ء میں ہوئی تھی، تو وہ بھی اس میں مدعو تھے اور ان کی بعض آرا کے حوالے بھی تقریروں میں سننے میں آئے، ان کی تصانیف کی شہرت تو سنی تھی، لیکن پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا، ان کی تصانیف خاص طور پر حاصل کیں، ان کا مطالعہ شروع کیا تو معلوم ہوا کہ وہ انہیں مستشرقین سے ہیں، جو انتہائی زہریلی باتیں اپنے طاقتور اور ماہرانہ انداز میں کہہ کر اپنی مطلب برآوری کی کوشش کرتے ہیں۔

منٹ گمری واٹ کی کتب کے مصادر اور ان کا جائزہ

ان کی کتابوں کے ماخذوں پر نظر پڑی، اس میں زیادہ تر اہرنیس، رچرڈبل، بوہل، کائتانی، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، گولڈزیہر، جسقری، کینس، نکلسن، نولڈیکی، سیل اینڈ وہری، ٹوری، ولہازن اور وسط وغیرہ کے نام ملے، بخاری کا ذکر ضرور ہے لیکن اس سے مدد فرانسیسی ترجمے سے لی گئی ہے۔ قرآن مجید کو رچرڈبل کے ترجمے سے سمجھا گیا ہے۔ ازرقی کی کتاب اخبار مکہ کا سہارا جرمن اسکالر وسٹن منلڈ سے لیا گیا ہے۔ ابن ہشام کی کتاب سیرت رسول اللہ ﷺ، ابن سعد کی طبقات، طبری کی تاریخ الرسل والملوک اور واقدی کی کتاب المغازی کا ذکر ضرور کر دیا گیا ہے۔ مگر یورپی مصنفین کی کتابوں کے حوالے اس کثرت سے ہیں کہ عربی کی تصانیف دبی ہوئی نظر آتی ہیں۔ (۳)

یورپ اور امریکہ کے فضلا نے تحقیق وتدقیق کا یہ معیار قائم کر رکھا ہے کہ اس میں معاصر اور قریب تر زمانے کے ماخذوں کے حوالے دے کر اس کو مستند اور وقیع بنایا جائے۔ ترجمے کے حوالوں سے اس کا پایہ گر جاتا ہے۔ پھر بہت بعد کے مصنفوں کے حوالوں سے تحقیقی تحریر ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے۔ لیکن واٹ نے زیادہ تر انیسویں اور بیسویں صدی کے مصنفوں کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ اور ان ہی کا سہارا لیا ہے جن سے ان کی نیت کے کھوٹ کو مدد پہنچ سکتی ہے اور پھر عربی کی اصل کتابوں کے حوالے کے بجائے ان کے تراجم سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے ان کی کتابوں کی وقعت بڑی حد تک گر جاتی ہے۔

آئندہ سطور میں ہم مستشرقین کی طرف سے حضور ﷺ کی شخصیت پر لگائے گئے الزامات اور اس حوالے سے منٹ گمری واٹ کے نقطہ نظر کا جائزہ لیں گے۔

حضور ﷺ کا نسل اسماعیل سے نہ ہونا

مؤرخین نے نسلی اعتبار سے عرب اقوام کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔

۱۔ عرب بائدہ: یعنی وہ قدیم عرب قبائل اور قومیں جو بالکل ناپید ہو گئیں، مثلاً عاد، ثمود، طسم، جدیس،

عمالقہ

۲۔عرب عاربہ: وہ عرب قبائل جو یعرب بن یشجب بن قحطان کی نسل سے ہیں۔انہیں قحطانی عرب کہا جاتا ہے

۳۔عرب مستعربہ: وہ عرب قبائل جو حضرت اسماعیل کی نسل سے ہیں انہیں عدنانی عرب کہتے ہیں۔

قریش اس عربی نسل کا نمایاں اور ممتاز قبیلہ تھا جس کی ایک معزز شاخ بنو ہاشم تھی۔(۴)

سارے عرب قبائل قریش کا احترام کرتے تھے۔اس احترام کی وجہ یہ تھی کہ وہ خانہ کعبہ کے متولی تھے اور کسی کو قریش کے نسل اسماعیل میں سے ہونے کے بارے میں شک نہ تھا۔

تاہم مستشرقین میں سے ولیم میور نے صریحاً یہ ثابت کرنا چاہا کہ آنحضرت ﷺ خاندان اسماعیل سے نہ تھے۔حضور ﷺ کو نسبی وجاہت اور خاندانی عظمت کی آرزو پیدا ہوئی تو آپ نے اپنے سلسلہ نسب کو ابراہیم کے ساتھ جوڑنے کی تدبیریں کیں۔

اس مفروضے کو واٹ نے زیادہ زور سے اچھالا ہے۔اس کا ایک طویل اقتباس پیش خدمت ہے تاکہ سمجھا جائے کہ مستشرقین کس طرح کسی بے بنیاد بات کو ثابت کرنے کے لئے افسانے تراشتے ہیں۔

Abraham is simply one of many Prophets, and the people to whom he is sent are not specified; indeed, it seems to be implied that he was not sent to the Arabs, since Muhammad (SAW) is said to be sent to a people who had never had a warner. Likewise there is no mention of any connexion of Abraham and Ishmael with the Ka'bah. Ishmael is named in lists of Prophets, but no details are given about him. The presumption is that at first the Muslims did not know about the connexion of Ishmael with Abraham and (according to the Old Testament) with the Arabs. At Medina, however, in closer contact with the Jews they gained knowledge of such matters.(5)

حضرت ابراہیم کی حیثیت صرف یہ ہے کہ وہ بہت سے پیغمبروں میں سے ایک ہیں اور جس قوم کی طرف آپ مبعوث ہوئے تھے اس کا ذکر نہیں ہے۔البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ عربوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے کیونکہ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے جس کے پاس پہلے کبھی کوئی نبی نہیں آیا تھا،اسی طرح ابراہیم و اسماعیلؑ کے کعبے کے ساتھ تعلق کا بھی کوئی ذکر نہیں۔خیال یہ ہے کہ ابتدا

میں مسلمانوں کو علم نہ تھا کہ حضرت اسماعیلؑ کا حضرت ابراہیمؑ سے تعلق کیا ہے اور وہ اس بات کو بھی نہیں جانتے تھے کہ حضرت اسماعیلؑ کا عربوں سے کیا تعلق ہے۔ مدینے میں یہودیوں کے ساتھ رابطے کی وجہ سے ان کو ان چیزوں کا علم ہوا۔

منٹ گمری یہ کہنا چاہتا ہے کہ عربوں کو اپنے حافظے پر ناز تھا۔ اپنے نسب نامے یاد کرنا اور انہیں فخر سے پیش کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ اگر وہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہوتے تو لازماً یہ بات ان کی قومی روایات میں ہوتی۔ ان کی روایات میں ابراہیم و اسماعیلؑ کا ذکر نہ ہونا اور مکی سورتوں میں بھی اس تعلق کا موجود نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمانوں کے پاس ان ہستیوں کے ساتھ اپنے تعلق کو ثابت کرنے کا کوئی ثبوت نہیں، کیونکہ انہوں نے یہ باتیں یہودیوں سے سیکھی ہیں اور یہودیوں اور ان کی کتابوں کو مسلمان قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔

ہم واٹ کے اس اعتراض کا جواب بجائے مسلمانوں کی کتابوں کے ایک مستشرق کے حوالے سے دیتے ہیں: انسائی کلو پیڈیا آف ایتھکس اینڈ ریلیجن (Encyclopaedia of Ethics and Religion) کا مقالہ نگار Chronicle of Sebeos کے حوالے سے لکھتا ہے:

> He was an Ishmaelite, who taught his countrymen to return to the religion of Abraham and claim the Promises made to the descendants of Ishmael. (6)
>
> حضرت محمد ﷺ ایک اسماعیلی تھے۔ جنہوں نے اپنے ہم وطن لوگوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ دین ابراہیمی کی طرف رجوع کریں اور ان خدائی وعدوں سے بہرہ یاب ہوں جو نسل اسماعیل سے کئے گئے ہیں۔

منٹ گمری واٹ نے حضور ﷺ کے اسماعیلی النسل ہونے کی حقیقت کو مشکوک کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ نہ صرف یہ کہ عربی روایتوں کے خلاف ہے بلکہ خود مغربی مؤرخین کی تحقیقات کے خلاف ہے۔ مستشرقین حضور ﷺ کے اس ارشاد کو جھٹلا نہیں سکتے۔ السنن الترمذی میں حضور کا ارشاد ہے۔ واثلہ بن اسقع بیان کرتے ہیں:

> **قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم اسماعیل و اصطفی کنانۃ من بنی اسماعیل و اصطفی من بنی کنانۃ قریشاً و اصطفیٰ من قریش بنی ھاشم و اصطفانی من بنی ھاشم (۷)**
>
> حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم سے اسماعیل کو چنا، اولاد اسماعیل سے

کنانہ کو چنا، بنی کنانہ سے قریش کو چنا، قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے چنا۔

خاندان بنو ہاشم کا مقام گھٹانے کی کوشش

مستشرقین نے حضور ﷺ کے خاندان کو دوسرے قریشی خاندانوں سے نیچا دکھانے کے لئے اپنے تخیل کے زور پر قریش کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک طرف قبیلے کی وہ شاخیں تھیں جن کے ہاتھوں میں مکہ کا اقتدار تھا، مکہ اور طائف کی تجارت پر ان کی اجارہ داری تھی۔ دوسری طرف اس قبیلے کی کچھ شاخیں وہ تھیں جو کمزور تھیں، یہ قبیلے اس قابل نہ تھے کہ وہ شام یا یمن کی طرف تجارتی قافلے بھیج سکتے۔ واٹ کے مطابق قبیلہ بنو ہاشم کا شمار انہیں کمزور قبائل میں ہوتا تھا اور مکے کے طاقت ور اور دولت مند قبائل کے مقابلے میں قبیلہ بنو ہاشم کی کوئی حیثیت نہ تھی۔

واٹ نے قبیلہ بنو ہاشم کی حالت کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی ہے۔

Muhammed's guardians saw that he did not starve to death, but it was difficult for them to do more for him, especially as the fortunes of the clan of Hashim seem to have been declining at this time. An orphan, with no able-bodied man to give special aattention to his interests, had a poor start in a commercial career; And that was realy the only career open to him. (8)

محمد کے سرپرست صرف یہ احتیاط کرتے کہ وہ بھوک سے نہ مر جائیں اس سے زیادہ وہ ان کے لئے کچھ نہ کر سکتے تھے۔ خصوصاً جب کے اس زمانے میں بنو ہاشم کی مالی حالت گرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ ایک یتیم جس کے مفادات کی دیکھ بھال کے لئے جسمانی طور پر اہل کوئی آدمی موجود نہ تھا، اس نے اپنی کاروباری زندگی کا آغاز انتہائی کمزور طریقے سے کیا اور یقیناً اس کے علاوہ ان کے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا۔

منٹ گمری واٹ قبیلۂ بنو ہاشم کے تمام افراد کو غریب اور دوسرے درجے کا شہری ثابت کرنے کے لئے حضرت عباس بن عبدالمطلب کے بارے میں یوں رقم طراز ہے:

As a banker and financier, doubtless in a small way, and purveyor of water for the pilgrims, he had little importance in the affair of Mecca, and life there cannot have been very comfortable for him. (9)

ایک چھوٹے پیمانے کا بنکار ہونے اور حاجیوں کو پانی پلانے کے عہدے پر فائز ہونے کے

باوجود اس میں شک نہیں کہ مکہ کے معاملات میں عباس کی اہمیت نہ ہونے کے برابر تھی اور یہ کہنا مشکل ہے کہ وہاں پر سکون زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔

- واٹ ساتویں صدی عیسویں کے مکہ کی تصویر کشی ان الفاظ میں کرتا ہے:

> By the time Muhammad had begun to preach, the growing commercial prosperity of Mecca may be said to have produced a new topmost stratum of society, namely, the leading, richest and most powerful merchants.....This stratum was almost solidly opposed to Muhammad.(10)

> جس زمانے میں محمد ﷺ نے اپنے دین کی تبلیغ شروع کی اس زمانے کے متعلق یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مکہ کی بڑھتی ہوئی تجارتی خوش حالی نے ایک نیا اعلیٰ طبقہ مکے کی سوسائٹی میں پیدا کردیا تھا یعنی انتہائی امیر اور طاقتور تاجروں کا طبقہ...... یہ تقریباً سارا طبقہ محمد ﷺ کا مخالف تھا۔

اس قسم کی تحریروں کا مقصد یہ ہے کہ وہ (مستشرقین) تحریک اسلامی کو طبقاتی کشمکش سے جنم لینے والی تحریک قرار دے سکیں اور یہ ثابت کرسکیں کہ مکے والوں نے حضور ﷺ کی جو مخالفت کی اس کی وجہ مذہبی اور نظریاتی اختلاف نہ تھا بلکہ مکہ کے امیر اور غریب طبقے ایک دوسرے کے خلاف برسر پے کار تھے۔ اس سے وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام جو اس سرعت سے پھیلا کہ چند سالوں میں پورے جزیرۂ عرب میں پھیل گیا اس کی وجہ اسلامی تعلیمات کی کشش اور پیغمبر اسلام ﷺ اور صحابہ کرام کے کردار کی پختگی نہ تھی بلکہ یہ تو ایک ایسا انقلاب تھا جس کے لئے حالات انتہائی سازگار تھے۔ کیونکہ معاشرہ واضح طور پر دو حصوں میں منقسم تھا، چنانچہ ایک باصلاحیت آدمی اٹھا اور کمزور اس کے جھنڈے تلے جمع ہوئے اور یوں انقلاب برپا ہوا۔

تاریخ پر یہ کس قدر ظلم ہے کہ جس شخص کے آباؤ اجداد میں قصی، عبد مناف، ہاشم اور عبدالمطلب جیسے سرداروں کے نام آتے ہوں اسے اس کی اپنی قوم میں ایک معمولی خاندان کا فرد ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر قبیلہ بنو ہاشم اتنا کمزور ہوتا جتنا مستشرقین کو نظر آتا ہے اور دیگر قبائل قریش اتنے ہی طاقتور ہوتے جتنے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو وہ حضور ﷺ کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو وہ کمزور مسلمانوں کے ساتھ کرتے تھے۔ حالانکہ صورت حال یہ تھی کہ ہجرتِ مدینہ کے وقت محض اس وجہ سے ہر قبیلے سے ایک آدمی حضور کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے لئے آیا کیونکہ وہ بنو ہاشم کے جوابی انتقام لینے سے خوف کھاتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے والد بزرگوار کے بارے میں منٹ گمری واٹ لکھتا ہے:

> He died at a comparatively early age at Medina on his way back from a trading expedition to Gaza. This probably happened shortly before the birth of Muhammad. (11)

یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے بارے میں شاید کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کے بارے میں لکھتا ہے:

> He was probably a posthumous child. (12)

حضور ﷺ شاید یتیم تھے۔

واٹ نے اس تحریر میں شاید کا لفظ لکھ کر اپنی تحقیق کا کچھ اچھا نمونہ پیش نہیں کیا۔ کیونکہ اس میں کسی کو (مشرقی مؤرخ ہو یا مغربی) شک نہیں کہ حضور ﷺ کے والد کی وفات ان کی پیدائش سے پہلے ہوگئی تھی۔ یہاں صرف اور صرف نبی ﷺ کے خاندان کے وقار کو گھٹانے کے لئے شاید کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اسی طرح واٹ نے حضور ﷺ کی پیدائش ۵۷۰ء لکھی ہے:

> Muhammad was born in the year of Elephant,.....This is usually held to be about A.D. 570 (13)

اس کے لئے اس نے کوئی حوالہ نہیں دیا صرف یہ لکھا ہے کہ عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے، جبکہ مولانا شبلی نعمانی نے ولادت کی تاریخ ۹ ربیع الاول، دوشنبہ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء لکھی ہے۔

منٹ گمری واٹ اور دوسرے مستشرقین نے اسلامی تحریک کو طبقاتی تحریک ثابت کرنے کے لئے خاندان بنو ہاشم کا مرتبہ گھٹانے کی کوشش کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ دولت مندوں کے مظالم سے تنگ آیا ہوا طبقہ سرمایہ داروں کے خلاف محمد ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوگیا۔ حالانکہ یہ وہ دعوت تھی جس پر لبیک کہنے والوں میں خدیجہ الکبریٰؓ اور ابو بکر صدیقؓ جیسے لوگ تھے جن کا معاشی مرتبہ کسی قریشی سردار سے کم نہ تھا۔

اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ کے والد ماجد آپ کی پیدائش سے پہلے انتقال کر چکے تھے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کے لئے ورثے میں کوئی بڑی جائیداد نہ تھی، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ابو طالب کی مالی حالت اچھی نہ تھی، لیکن ان تمام حقیقتوں کے باوجود حضرت ابو طالب مکے کے معزز افراد میں سے تھے اور ان کے اثر ورسوخ ہی کی وجہ سے قریش حضور ﷺ کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے گھبراتے تھے۔ یہ تمام پاپڑ اس لئے بیلے گئے کہ وہ تحریک اسلامی کے آغاز اور ارتقاء کو جس انداز میں دیکھنا چاہتے تھے، اسے اسی انداز میں دیکھ سکیں، تاہم ان کی ساری کوششیں بے اثر ہیں حقیقت وہی ہے جو حضور ﷺ نے بتائی۔

انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب ان الله خلق الخلق فجعلنی فی خیرهم فرقة ثم جعلهم فرقتین فجعلنی فی خیرهم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خیرهم قبیلة ثم جعلهم بیوتا فجعلنی فی خیرهم بیتا و خیرهم نفسا (۱۴)

میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے مخلوق کے بہترین طبقے میں رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے دو گروہ بنائے اور مجھے بہترین گروہ میں رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو قبائل میں تقسیم کیا اور مجھے بہترین قبیلے میں رکھا، پھر ان کو خاندانوں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین خاندان میں رکھا۔ سو میں اپنے خاندان اور اپنی ذات دونوں لحاظ سے مخلوقات سے افضل ہوں۔

حضور ﷺ کی سماجی حیثیت کو کم کرنے کی کوشش

جس طرح واٹ اور دوسرے مستشرقین نے حضور ﷺ کو ایک معمولی خاندان سے ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اسی طرح یہ کوششیں بھی کیں کہ آپ کو ایک بے بس اور معاشرے کا ٹھکرایا ہوا انسان ثابت کیا جائے۔ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کو ایسا شخص قرار دے سکیں جو احساس محرومی کا شکار ہو اور اسلام کو آپ ﷺ کے احساس محرومی سے جنم لینے والی تحریک ثابت کر سکیں۔ واٹ حضور ﷺ کو رضاعی ماں کے سپرد کرنے کا سبب آپ کی یتیمی کو قرار دیتا ہے

The fact that Muhammad was posthumous child may, of course, have been part of the reason for sending to a wet-nurse. (15)

یہ ایک حقیقت ہے کہ محمد ﷺ یتیم پیدا ہوئے آپ کے مرضعہ کے سپرد کرنے کے مختلف اسباب میں سے ایک سبب یتیم ہونا ہو سکتا ہے۔ واٹ کی یہ منطق بڑی عجیب ہے کہ وہ کسی بچے کو مرضعہ کے سپرد کرنے کو اس بچے کی غربت اور بے بسی کی دلیل قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ رضاعی ماؤں کے حوالے وہی لوگ اپنے بچے کرتے ہیں جو رضاعت کے اخراجات کو برداشت کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ اور وہی بچے رضاعت کے لئے قبول کئے جاتے ہیں جن کے سرپرستوں سے انہیں بہتر اجر ملنے کی امید ہوتی ہے۔ اور یہ مکہ کے معزز گھرانوں کا معمول تھا اور یہ عمل باعث عزت تھا۔ مکہ کے متمول اور سربرآوردہ لوگ اپنے بچوں کی عمدہ پرورش اور بہتر زبان دانی کے لئے ان کو دیہاتوں میں بھیجا کرتے تھے۔

یہ مفروضہ ثابت کرنے کے لئے کہ حضور ﷺ احساس محرومی کا شکار تھے۔ واٹ لکھتا ہے:

The absence of a father must have produced a sence of deprivation in Muhammad, and the real experience of poverty as a young man may well have nourished the sence of deprivation:(16)

باپ کے نہ ہونے سے محمد کے دل میں احساس محرومی نے جنم لیا ہوگا اور بچپن اور لڑکپن کے تجربات نے اس احساس کو مزید تقویت دی ہوگی۔

جس بچے کے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہ ہوتو وہ احساس محرومی کا شکار ہوگا لیکن جس بچے کو اس کا عظیم دادا جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہو، چچا مرحوم بھائی کی نشانی سمجھتے ہوں، حلیمہ اور اس کے شوہر نے اپنے بچوں سے زیادہ شفقت دی ہو۔ اور جس عرب گھرانے سے وہ تعلق رکھتا تھا اس پس منظر کے حامل کے نوجوانوں کے اندر احساس محرومیت نہیں بلکہ خودداری، حریت، شجاعت اور مردانگی کے اوصاف جنم لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے ان بادیہ نشینوں کو اپنی رعایا میں شامل کرنے کی جرات نہ قیصر میں تھی نہ کسریٰ میں۔

جس طرح مکی دور میں آپ ﷺ کی حیثیت اور رتبہ کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ایسی ہی کوشش مدینے میں بھی کی گئی۔ چنانچہ واٹ لکھتا ہے:

His powers under the consitution are so slight that they cannot have been much less at the beginning of his residence in Medina (17)

میثاق مدینہ کے تحت آپ کے اختیارات اتنے معمولی تھے کہ آپ ﷺ کے مدنی زندگی کے ابتدائی ایام میں اس سے کم اختیارات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

آگے لکھتا ہے:

Muhammad as chief of the Emigrants was on a level with the chiefs of the various clans (18)

محمد ﷺ مدنی قبائل کے سرداروں کے برابر ایک سردار تھے۔

مزید لکھتا ہے:

He is very far, however, from being autocratic ruler of Medina. He is merely one among a number of important Men. (19)

آپ ﷺ مدینہ کے خود مختار حکمران ہونے سے کوسوں دور تھے۔ آپ متعدد اہم آدمیوں میں

سے ایک تھے۔ حضور کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ تمام معاملات کے فیصلے صحابہ کرامؓ کے مشورے سے کرتے تھے۔ لیکن واٹ اسے آپ کی کمزوری گردانتا ہے۔

Muhammad is seen to be the chief of one of several co-operating groups, with little to mark him out from the others. (20)

محمد ﷺ بہت سارے اتحادی گروہوں میں سے ایک گروہ کے سردار ہیں اور کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی جو انہیں دوسروں سے ممتاز کرے۔

آپ ﷺ کے رتبے کو کم کرنے کے لئے منٹ گمری ایک اور وار کرتا ہے۔

To begin with, however, the message was more important than the messenger. The essential thing was the relation of the community or the individual to God. This implied some one to convey the message to the person or persons involved, but the messenger had no function beyond that of conveying the message. Later, however, the function of the messenger was seen to be more than this. (21)

ابتدا میں پیغام، پیغمبر سے زیادہ اہم تھا۔ اصل چیز فرد یا جماعت کا خدا کے ساتھ تعلق تھا۔ اس لئے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو متعلقہ شخص یا اشخاص تک پیغام کو پہنچا دے لیکن پیغام پہنچا دینے سے آگے پیغمبر کا کوئی کام نہ تھا۔ تاہم بعد میں پیغمبر کا کام اس سے زیادہ قرار دے دیا گیا۔

مدینے میں حضور ﷺ کے مرتبے کے متعلق اس قسم کی بے سروپا باتیں صرف وہی بدنصیب کر سکتا ہے جو تنگ نظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے واضح حقائق سے صرف نظر کرے۔ واٹ نے اول تو حضور ﷺ کی حیثیت کو کم کرنے کے لئے کئی تخیلاتی مفروضے قائم کئے، ان سے بات نہ بنی تو پیغام اور پیغام بر کو ایک دوسرے کے مدمقابل قرار دینے کی کوشش کی۔ حالانکہ مسلمانوں کے نزدیک پیغام اور پیغام بر مختلف چیزیں نہ تھیں جو پیغام کتاب کی شکل میں اترا تھا اس پیغام کی علمی تفسیر پیغامبر کی ذات تھی۔

غرض یہ کہ حضور ﷺ کو مدینے میں ایک عام شہری ثابت کرنے اور پیغام اور پیغامبر کو ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن آخر کار وہ اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گیا کہ:

So long as Muhammad lived, his personal influence must have seemed to contemporaries to be the cement which

held the structure together. (22)

محمد ﷺ جب تک زندہ رہے یقیناً آپ کے ہم عصر یہی سمجھتے ہوں گے کہ محمد کی ذات قصر اسلام کو قائم رکھنے کے لئے سیمنٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔

مستشرقین نے بہت زیادہ کوششیں کیں کہ آپ ﷺ کی شخصیت کو گہنا دیا جائے اور آپ کو جعل ساز ثابت کیا جائے۔ باوجود ان تمام کوششوں کے حضور ﷺ کی شخصیت آج کروڑوں انسانوں کے لئے چراغ منزل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور آپ ﷺ کا ذکر پورے عالم میں بام عروج پر ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ○ (۲۳)

اور ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى○ (۲۴)

اور یقیناً ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے۔

حضور ﷺ کو (نعوذ باللہ) مرگی کا مریض قرار دینے کی سازشیں

مستشرقین حضور ﷺ کی شخصیت کے وقار کو مجروح کرنے اور دنیا کی نظروں میں آپ کو بدنام کرنے کے لئے ہر دور میں سازشیں کرتے رہے ہیں اور بہت سے بے بنیاد الزام ان کی جانب سے دھرائے جاتے رہے ہیں۔ ان میں ایک الزام یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) حضور ﷺ مرگی کے مریض تھے۔

مستشرقین نے جن واقعات سے حضور ﷺ کے مرگی کے مرض میں مبتلا ہونے کا سراغ لگایا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے آپ کی والدہ کا فرشتوں کو دیکھنا

۲۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کی روایت کے مطابق فرشتوں کا آپ ﷺ کے سینے کو چاک کرنا

۳۔ حالت وحی میں رسول اللہ ﷺ کی حالت کا متغیر ہونا

۴۔ کفار مکہ کا آپ ﷺ کو مجنون کہنا

۵۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کا آپ ﷺ کے سر پر بادل کو سایہ کرتے دیکھنا

مندرجہ بالا واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی ایسا نہیں جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکے کہ حضور ﷺ مرگی کے مریض تھے۔ لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ مستشرقین نے عملاً ان واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ تاہم منٹ گمری واٹ حضور ﷺ کے مرگی کے مرض میں مبتلا ہونے کی پرزور الفاظ میں تردید کرتا ہے۔

On some occasions at least there were physical

accompaniments. He would be gripped by a feeling of pain, and in his ear's there would be a noise like the reverberation of a bell. Even on a very cold day the bystanders would see great pearls of sweet on his forehead as the revelation descended upon him. Such accounts led some Western critics to suggest that he had epilepsy, but there are no real grounds for such a view. Epilepsy leads to physical and mental degeneration, and there are no signs of that in Muhammad, on the contrary he was clearly in full possession of his faculties to the very end of his life. (25)

نزول وحی کے وقت کچھ جسمانی عوارض بھی پیش آتے تھے۔ آپ کو شدید درد کا احساس ہوتا، کانوں میں گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی، جب وحی کا نزول ہوتا تو پاس کھڑے ہوئے لوگ شدید سردی کے عالم میں بھی آپ کے چہرے پر پسینے کے موتی دیکھتے اس قسم کی چیزوں سے بعض مغربی نقادوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ مرگی کے مریض تھے۔ لیکن اس خیال کی کوئی حقیقی بنیاد نہیں۔ مرگی انسان کو ذہنی اور جسمانی طور پر کمزور کردیتی ہے لیکن محمد ﷺ کی ذات میں اس قسم کے آثار نظر نہیں آتے۔ اس کے برعکس آخر تک آپ ﷺ ذہنی اور جسمانی طور پر صحیح اور سلامت تھے۔

مختصر یہ کہ کوئی ایسا واضح اور ٹھوس ثبوت نہیں ہے کہ جس کے تحت حضور ﷺ کو مرگی کا مریض قرار دیا جائے اور بے شمار مستشرقین آپ ﷺ کے مخالف ہونے کے باوجود اس الزام کی تردید کرتے ہیں:

اپنی رسالت پر حضور ﷺ کے ایمان کو مشکوک ثابت کرنے کی کوشش

مستشرقین نے اس بات کو ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے کہ ابتدا میں حضور ﷺ کو نہ تو یقین تھا کہ آپ کے پاس جو کلام آتا ہے وہ خدا کا کلام ہے اور نہ ہی آپ کو یہ پتہ تھا کہ یہ کلام لانے والا خدا کا فرشتہ جبریل امینؑ ہے اور نہ آپ ﷺ کو یہ علم تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، بلکہ ابتدا میں آپ اللہ کے تصور سے بھی ناآشنا تھے اور یہ چیزیں آپ ﷺ پر وقت کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ منکشف ہوئیں۔ واٹ ایک مقام پر لکھتا ہے:

It is not surprising that Muhammad is reported to have been assailed by fears and doubts. There is evidence for this in the Quran as well as in the narratives of his life, though it is not certain that at what period he recieved the Quranic assurances that God had not forsaken him. (26)

اس بیان میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں کہ محمد ﷺ خوف اور شکوک میں مبتلا ہوئے اس بات کا ثبوت قرآن میں بھی موجود ہے اور سیرت کی کتابوں میں بھی، اگرچہ یقین کے ساتھ یہ کہنا ممکن نہیں کہ قرآن کے ذریعے آپ کو یہ یقین دہانی کس موقع پر کرائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھوڑا نہیں۔

یہی مستشرق نزول وحی کے ابتدائی دور میں حضور ﷺ کی بے یقینی کو ان الفاظ میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے:

> Soon after the first revelation, he is said to have been encouraged to believe in his vocation by his wife Khadija and, more particularly by her cousin Warqah. (27)

ابتدائی وحی نازل ہونے کے بعد خدیجہؓ نے یقین دلایا کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں اور خدیجہ سے بھی زیادہ یہ یقین دہانی آپ کو ورقہ بن نوفل نے کرائی۔

جب یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ حضور ﷺ کو ابتدا میں اپنے نبی ہونے کا یقین نہ تھا اور نہ ہی آپ کو یقین تھا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے تو مستشرقین کا کام مکمل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد اسلام کو الہامی دین ماننے اور حضور ﷺ کو خدا کا سچا نبی ماننے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی، جب ایک نبی کو اپنے نبی ہونے کا یقین دوسروں کے بتانے سے آئے تو اس کی صداقت کو دوسرے لوگ کیسے تسلیم کریں گے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حقانیت اسلام صبح روشن کی طرح واضح ہے اس لئے تمام تر دشنام طرازیوں کے باوجود واٹ اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ کٹھن مشن کے لئے یقین کامل لازمی ہے۔

> To carry on in the face of persecution and hostility would have been impossible for him unless he was fully persuaded that God had sent him; and the receiving of revelations was included in his divine mission. (28)

اگر محمد ﷺ کو یہ یقین نہ ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ پر وحی نازل ہوتی ہے تو اذیتوں اور مخالفتوں کے طوفان میں آپ ﷺ کے لئے اپنے مشن کو جاری رکھنا ممکن نہ رہتا۔

حق تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے ایمان کی بار بار گواہی دی ہے تو پھر کسی کی سازشوں سے ایمان رسول مشکوک نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (۲۹)

مستشرقین کی کتابوں میں یہ بات عام ہے کہ وہ مسلمانوں کی حیرت انگیز کامیابیوں کی تابناکی کوکم کرنے کے لئے یہ تصور دیتے ہیں کہ یہ محض اتفاق تھا کہ حضور ﷺ اس دور میں پیدا ہوئے جب اہل عرب اپنی قدیم مذہبی قدروں سے بے زار ہو چکے تھے اور ان سے جان چھڑانا چاہتے تھے۔ چونکہ ماحول اس قسم کی تبدیلیوں کے لئے پہلے ہی تیار تھا اس لئے حضور ﷺ کا پیغام حیرت انگیز سرعت کے ساتھ پھیلا۔ واٹ لکھتا ہے:

> It is axiomatic that the new religious movement of Islam must somehow or other have risen out of the conditions in Mecca in Muhammad's time. A new religion cannot come into being without a sufficient motive. (30)

> یہ بات واضح ہے کہ اسلام کی نئی مذہبی تحریک حضرت محمد ﷺ کے زمانے کے مکہ کے حالات سے ابھری ہوگی ایک نیا مذہب اس وقت تک وجود میں نہیں آتا جب تک اس کے لئے کافی عوامل موجود نہ ہوں۔

اسی طرح واٹ عرب میں توحید کا بیج بونے پر اسلام کو خراج تحسین پیش کرنے پر تیار نہیں بلکہ وہ اس کی اصل کہیں اور ڈھونڈتا ہے۔

> In other words, the Meccans, under Judaeo-Christian influence, must have been moving towards monotheism. (31)

> دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مکہ والے یہودیت اور نصرانیت کے زیر اثر توحید کی طرف رواں دواں تھے۔

واٹ نے اپنی کتابوں میں بار بار یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ عربوں کا معاشرہ جن سماجی، معاشی اور روحانی قدروں پر قائم تھا، وہ قدریں بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں، نئے حالات کے لئے نئی قدروں کی ضرورت تھی، حضور ﷺ نے حالات کی نبض پر ہاتھ رکھا، معاشرے کے حقیقی مرض کا سراغ لگایا اور معاشرہ جس قسم کی قدروں کے لئے تشنگی محسوس کر رہا تھا، آپ ﷺ نے کچھ اپنے تخیل کے زور سے اور کچھ دیگر ادیان کی نقل کر کے، چند قدریں وضع کیں اور انہیں قوم کے سامنے پیش کر دیا۔ عرب ایسی قدروں کے لئے پہلے ہی چشم براہ تھے۔ انہوں نے فوراً ان کو قبول کر لیا۔ واٹ اپنے اس مفروضے کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

> During the years just before he received the call to prophethood Muhammad must have been increasingly

aware of the unsatisfactory social conditions in Mecca. This was something he could observe for himself and did not require to be shown by revelation. The fundamental source of the trouble was that the traditional values of nomadic society (which was that of the recent ancestors of the Meccans) were proving inadequate in the prosperous mercantile economy of Mecca, and were also the leading men of the calns were neglecting the traditional duty of caring for the needy and unfortunate among their kinsmen.....Muhammad may well have come to see the root of the troubles as the secular, materialistic outlook of the very wealthy, and may even have decided that this could only be got rid of by some form of religious belief". (32)

آغاز بعثت سے پہلے زندگی کے آخری سالوں میں محمد (ﷺ) مکہ کی مضطرب سماجی زندگی سے ضرور اچھی طرح آگاہ ہوں گے۔ یہ ایسی چیزیں تھیں جن کا محمد (ﷺ) خود مشاہدہ کر سکتے تھے اور ان سے آگاہ ہونے کے لئے آپ کو وحی کی ضرورت نہ تھی۔ ساری پریشانی کا راز اس حقیقت میں مضمر تھا کہ زندگی کی بدویانہ قدریں جو مکے والوں کے آباؤ اجداد کی سماجی قدریں تھیں، وہ مکہ کی خوشحال تجارتی زندگی کا ساتھ نہ دے سکتی تھیں اور اسی وجہ سے ماند پڑ رہی تھیں۔ امیر تاجر اپنے قبیلوں کے سردار بھی تھے، وہ اپنے قبیلوں کے کمزور اور غریب افراد کی کفالت کے روایتی فریضے کو نظر انداز کر رہے تھے..... محمد (ﷺ) نے اس بات کا اندازہ لگا لیا ہوگا کہ تمام مسائل کا اصل سبب امیر ترین افراد کا لادینی اور مادہ پرستانہ رویہ ہے اور آپ نے یہ بھی فیصلہ کر لیا ہوگا کہ ان مسائل کا حل صرف کسی مذہبی نظریے کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

واٹ نے مذکورہ بالا جملے لکھتے وقت قرآن وحدیث کے ان بیانات کو پیش نظر رکھا ہے، جن میں مکہ والوں کو دولت پر اترانے اور غریبوں کی مدد نہ کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔ اگر اسلام نے مکہ والوں کو صرف دولت کے بارے میں ہی ان کے رویے پر تنبیہ کی ہوتی تو واٹ کی بات میں کچھ وزن ہوتا لیکن اسلام نے تو سب سے پہلے ان کے مذہب پر حملہ کیا۔ ان کو بتایا کہ پتھر کے بت جنہیں تم خدا سمجھتے ہو، یہ تو اپنے چہرے سے مکھی اڑانے کے بھی قابل نہیں۔ اسلام نے انہیں پتھروں کی پوجا چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلایا، ان کو آخرت کی زندگی اور جزا و سزا کا تصور دیا، انہیں بتایا کہ ان کا رحمٰن و رحیم اللہ جس طرح

ہمیشہ انسانیت کی راہنمائی کے لئے رسول اور کتابیں بھیجتا رہا ہے، اسی طرح اس نے ان کی راہنمائی کے لئے اپنے حبیب ﷺ کو اپنی آخری الہامی کتاب دے کر مبعوث فرمایا ہے۔ یہ مذہبی نظریات جو حضور ﷺ نے ان کے سامنے پیش کئے تھے، یہ ان کے روایتی مذہبی نظریات سے ٹکراتے تھے، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے حضور ﷺ کی مخالفت شروع کردی۔

واٹ حضور ﷺ کی رسالت کی ایک اور توجیہ یہ کرتا ہے کہ مکہ کی معاشی عدم مساوات نے حضور ﷺ کی نفسیاتی زندگی میں انقلاب برپا کردیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ آپ انتہائی اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہونے کے باوجود معاشرے میں کوئی اہم مقام حاصل نہیں کرسکے۔ اسی طرح اور بھی بے شمار باصلاحیت لوگ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں اور چند نااہل لوگ، دولت کے زور پر، سیاہ وسفید کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ ان جذبات نے حضور ﷺ کو بے چین کردیا آخرکار آپ کے جذبات دعویٰ رسالت ونبوت کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ واٹ کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

> Yet he felt that his gifts were not being used to the full. He had a talent for administration that would have enabled him to handle the biggest operations then carried out in Mecca, but the great merchants excluded him from there inner circle. His own dissatisfation made him more aware of the unsatisfactory aspects of life in Mecca. In these, hidden years, he must have brooded over such matters. Eventually what had been maturing in the inner depths was brought to light. (33)

> تاہم ان (محمد) کو احساس تھا کہ آپ ﷺ کی صلاحیتیں مکمل طور استعمال نہیں ہورہی ہیں۔ آپ ﷺ اپنی بے پناہ انتظامی صلاحیتوں کے بل بوتے پر، اس وقت مکہ کے کسی بڑے سے بڑے کاروباری عمل کو کنٹرول کرسکتے تھے لیکن بڑے تاجروں نے آپ ﷺ کو کاروباری مرکز سے دور رکھا۔ آپ کی ذاتی بے اطمینانی نے آپ ﷺ کو مکی زندگی کے بے اطمینانی کے پہلوؤں کا احساس دلایا ہوگا۔ ان غیرمعروف سالوں میں آپ ﷺ نے بارہا ان معاملات پر غور کیا ہوگا۔ آخرکار جذبات جو باطن کی گہرائیوں میں پک رہے تھے، وہ منظرعام پر آگئے۔

منٹ گمری واٹ کی اس تقریر کی بنیاد اسی مفروضے پر ہے کہ حضور ﷺ کو کاروباری میدان میں اپنی صلاحیتیں دکھانے کا موقع نہیں ملا، لیکن یہ مفروضہ تاریخ سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔ حضور ﷺ کو

کاروباری میدان میں اپنی صلاحیتیں دکھانے کا موقع بھی ملا تھا اور آپ نے اس میدان میں حیرت انگیز فتوحات بھی حاصل کی تھیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ، پہلی دفعہ آپ ﷺ کی انہیں صلاحیتوں اور کاروباری کامیابیوں کی وجہ سے آپ کی طرف متوجہ ہوئی تھیں اور انہوں نے اپنی ذہنی صلاحیتوں کے ساتھ جب آپ کی روحانی عظمتوں کا، مشاہدہ کیا تھا تو اپنا سب کچھ آپ ﷺ کے قدموں پر نثار کر دیا تھا۔

حضور ﷺ پر شرک کا الزام

مستشرقین نے حضور ﷺ پر شرک کا الزام بھی لگایا، واٹ لکھتا ہے:

Despite this extirpation of Idolatory, many old ideas and practices were retained". (34)

گو اسلام نے بت پرستی کو ختم کیا لیکن اس کے باوجود اس نے بہت سارے مشرکانہ نظریات اور رسوم کو باقی رکھا۔

واٹ ایک اور مقام پر اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں حضور ﷺ پر بت پرستی کا الزام لگاتے ہوئے لکھتا ہے:

"Muhammad's original belief may have been in Allah as high god, or supreme deity, combined with lesser local deities whom he may have come to regard as angels who could intercede with the supreme being". (35)

محمد (ﷺ) کا ابتدائی عقیدہ غالبًا یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑا خدا ہے اور اس کے علاوہ کچھ مقامی چھوٹے خدا ہیں، جن کو محمد (ﷺ) نے فرشتوں کا نام دیا، جو خدا کے حضور شفاعت کر سکتے تھے۔

مستشرق مذکور ایک اور جگہ لکھتا ہے:

"It is further to be noted that in the early passages of the Quran there is no assertion that Allah is uniquely God. It is possible that Muhammad himself to some extent shared the belief of many of his contemporaries that Allah was a high god with whom other beings could intercede. It is unlikely that he thought of these beings as lesser deities, but, as just suggested, he many have thought of them as angels". (36)

مزید براں یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن کی ابتدائی سورتوں میں اس بات پر زور نہیں کہ

اللہ تعالیٰ خدائے واحد ہے۔ یہ بات ممکن ہے کہ محمد (ﷺ) کا، اپنے اکثر ہم عصر لوگوں کے مطابق یہ عقیدہ ہو کہ اللہ بڑا خدا ہے، جس کے سامنے دوسری کئی چیزیں شفاعت کر سکتی ہیں۔ اس بات کا امکان تو کم ہے کہ آپ ان شفاعت کرنے والوں کو چھوٹے خدا سمجھتے ہوں، لیکن جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، آپ ﷺ اس مخلوق کو فرشتے سمجھتے ہوں گے۔

واٹ کو ان مستشرقین میں شمار کیا جاتا ہے جو اپنے دل میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ مستشرق مذکور کی اور کئی عبارتیں ہیں جو واضح طور پر اسلام کو ایک مشرکانہ دین ثابت کرتی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ جنوں، فرشتوں اور شیاطین پر ایمان مشرکانہ نظریات تھے، جس کو اسلام نے بعض مصلحتوں کے تحت قائم رکھا۔ کبھی یہ مستشرق کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے بتوں پر جو حملے کئے، وہ حملے ان بتوں کے خلاف نہیں تھے جو خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے بلکہ آپ ﷺ کے حملے خانہ کعبہ کے علاوہ دیگر صنم کدوں کے اصنام کے خلاف تھے۔

تعدد ازواج کا مسئلہ اور مستشرقین

تعدد ازواج کے مسئلے پر مستشرقین تین پہلوؤں سے حضور ﷺ اور آپ کے دین پر حملہ کرتے ہیں۔ اولاً وہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت کو جنس پرستانہ تعلیم قرار دے کر اسلام پر حملہ کرتے ہیں۔ ثانیاً وہ حضور ﷺ پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی امت کے مردوں کے لئے بیویوں کی جو حد مقرر کی، آپ نے خود اس پر عمل نہیں کیا اور اپنے لئے بیویوں کی تعداد کی کسی حد کو قبول نہیں کیا۔ ثالثاً وہ حضرت زینب بنت جحشؓ سے حضور کی شادی کو ایک افسانہ محبت بنا کر پیش کرتے ہیں اور اس طرح حضور ﷺ کو بندہ خواہشات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

منٹ گمری واٹ لکھتا ہے:

> We conclude, then, that virilocal polygamy, or the multiple virilocal family, which for long was the distinctive feature of Islamic society in the eyes of Christendom, as an innovation of Muhammad's. There may have been some instances of it before his time, but it was not widespread, and it was particularly foreign to the outlook of the Medinans. (37)

ایک خاوند اور کئی بیویوں پر مشتمل گھرانہ جو مدتوں عیسائیوں کی نظر میں اسلامی معاشرے کی

خصوصی پہچان رہا، وہ محمد (ﷺ) کے ذہن کی اختراع تھی۔ ممکن ہے کہ آپ سے پہلے اس کی چند مثالیں موجود ہوں لیکن یہ رسم عام نہ تھی اور خصوصاً اہل مدینہ کے لئے یہ بات بالکل نئی تھی۔

واٹ ''سورۂ نساء'' کی وہ آیت تحریر کرتا ہے جس میں چار بیویوں کی اجازت دی گئی ہے اور اس پر تبصرہ کرتا ہے:

> The interesting point is that the verse is not placing a limit on a previous practice of unlimited polygamy. It is not saying to men who had had six or ten wives, you shall not marry more than four. On the contrary it is encouraging men who had only one wife (or perhaps two) to marry upto four. It is not the restriction of an old practice but the introduction of somthing new. (38)

دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ یہ آیت لامحدود کثرت ازواج کی سابقہ رسم کی حد بندی نہیں کر رہی۔ جن لوگوں کی چھ یا دس بیویاں تھیں، یہ آیت ان سے یہ نہیں کہہ رہی کہ تمہیں چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں۔ اس کے برعکس جن لوگوں کی ایک یا دو بیویاں تھیں، یہ آیت ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے کہ وہ چار تک شادیاں کریں۔ اس آیت میں کسی پرانی رسم پر پابندی نہیں لگائی جا رہی بلکہ ایک نئی چیز متعارف کرائی جا رہی ہے۔

اس مفروضے میں واٹ دیگر علماء کو بھی اپنا ہم خیال بتاتا ہے اور کہتا ہے:

> "European scholars have recognized that this verse of the Quran is an exhortation and not a restriction."(39)

مغربی علماء نے قرآن کی اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس میں زیادہ شادیاں کی ترغیب دی جا رہی ہے، ان پر پابندی عائد نہیں کی جا رہی۔

تعدد ازواج کا دستور ہمیشہ انسانوں میں مروج رہا ہے اور اس کی وجہ سے کسی بھی انسان کے معاشرتی مقام میں کمی نہیں آئی۔ یہی حال حضور ﷺ کا بھی ہے لیکن جب ہم حضور کی حیات طیبہ کا تفصیلی مطالعہ کرتے ہیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حضور نے تمام شادیاں جنسی جذبے کی تسکین کے پیش نظر کی ہی نہیں تھیں بلکہ شادیوں سے آپ کے مقاصد اتنے بلند تھے کہ مستشرقین ان کے تصور سے بھی قاصر ہیں۔ حضور ﷺ کی شادیوں کے مسئلے پر تفصیلاً غور کرنے سے پہلے آپ کی حیات طیبہ کے مندرجہ ذیل حقائق کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

۱۔حضور ﷺ نے پچیس سال کی عمر تک کوئی شادی نہیں کی۔

۲۔آپ کے مردانہ حسن اور نسبی وجاہت کی وجہ سے ان عورتوں کی کمی نہ تھی جو آپ ﷺ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا چاہتی تھیں۔

۳۔آپ ﷺ نے جنسی اباحیت کے ماحول میں اپنا عنفوان شباب تجرد کی حالت میں گزارا لیکن کسی کو آپ کے دامن عفت پر کوئی دھبہ نظر نہ آیا۔

۴۔آپ ﷺ نے پہلی شادی پچیس سال کی عمر میں کی۔جس خاتون کو سب سے پہلے آپ نے اپنی زوجیت کا شرف بخشا وہ آپ سے عمر میں پندرہ سال بڑی تھی۔شادی کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ حضور ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے وہ دو خاوندوں کی زوجیت میں رہ چکی تھیں۔

۵۔حضور ﷺ نے اپنی عمر کا پچیس سال کا عرصہ اسی واحد خاتون کے ساتھ گزارا جس کے ساتھ آپ سب سے پہلے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے تھے۔اپنی عمر کے پچاسویں سال تک اور اپنی زوجہ محترمہ کی عمر کے پینسٹھویں سال تک، جب تک آپ کی وہ زوجہ محترمہ زندہ رہیں، آپ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔

۶۔پہلی بیوی کے انتقال کے بعد آپ ﷺ نے جس خاتون سے شادی کی وہ ایک بیوہ اور معمر خاتون تھیں۔

۷۔ایک زوجہ محترمہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سوا آپ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں سے کوئی بھی باکرہ نہ تھیں۔حالانکہ حضور ﷺ اپنے امتیوں کو باکرہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔آپ ﷺ نے حضرت جابرؓ کے چہرے پر خوشبو اور مسرت کے کچھ آثار دیکھے تو آپ نے ان سے یہ گفتگو فرمائی۔

ھل تزوجت قال: نعم... قال: بکرا ام ثیبا قال: بل ثیبا...فقال له صلوات الله علیه: فھلا بکرا تلا عبھا وتلا عبك وتضا حکھا وتضا حکك(۴۰)

آپ نے ان سے پوچھا کیا تم نے شادی کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! آپ نے پوچھا کیا تم نے کسی باکرہ عورت سے شادی کی ہے یا غیر باکرہ سے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! غیر باکرہ سے شادی کی ہے۔تو آپ نے فرمایا: تمہیں کسی باکرہ عورت سے شادی کرنی چاہئے تھی کہ وہ تمہارے ساتھ دل لگی کرتی اور تم اس کے ساتھ دل لگی کرتے۔وہ تمہارے ساتھ ہنسی مذاق کرتی اور تم اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے۔

۸۔ حضور ﷺ نے متعدد خواتین کو اپنے نکاح میں لینے کے باوجود فرمایا:

مالی فی النسآء من حاجة(۴۱)

مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

۹۔ حضور ﷺ کی اکثر شادیاں پچپن سے لے کر انسٹھ سال تک کی عمر کے درمیان ہوئیں۔ جو شخص حضور ﷺ کی بیویوں کی تعداد کو گن کر آپ کے کردار کے متعلق کوئی فیصلہ صادر کرتا ہے اور ایسا کرتے وقت مندرجہ بالا حقائق کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ کیا اس شخص کو غیر جانب دار محقق اور انصاف پسند عالم کہا جا سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ جو شخص پچیس سال کی عمر تک مجرد رہے اور پچیس سال سے پچاس سال تک کا عرصہ ایک معمر خاتون کی رفاقت میں گزارے اور اس طویل عرصے میں کوئی جذبہ نہ تو اسے کسی غلط کام کی طرف متوجہ کر سکے اور نہ وہ مزید خواتین سے نکاح کا خیال اپنے دل میں لائے، کیا یہ بات ممکن ہے کہ جب اس شخص کی عمر پچپن سال ہو جائے تو یکایک اس کے جنسی جذبات طوفان بن کر امڈ آئیں اور عورتوں کی کوئی تعداد اسے مطمئن نہ کر سکے۔

حضور ﷺ کی ازدواجی زندگی میں بے شمار داخلی شہادتیں موجود ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ حضور کی متعدد خواتین سے شادی کرنا جنسی خواہشات کی تسکین کی خاطر نہ تھا بلکہ اس کے مقاصد کچھ اور تھے۔

مستشرقین نے حضور ﷺ کی کردار کشی کے لئے حضرت زینب کی محبت میں گرفتار ہونے کا جو افسانہ تراشا تھا اس سے بھی وہ مطلوبہ مقاصد حاصل نہ کر سکے بلکہ خود ان کی صفوں میں سے متعدد لوگ سامنے آئے جنہوں نے اس افسانے کی تردید کر دی۔ وہ مغربی اہل علم جنہوں نے مستشرقین کے اس افسانے کو تاریخی حقائق کی روشنی میں پرکھا ہے انہوں نے اس کو بے بنیاد اور ناقابلِ تسلیم قرار دیا ہے۔ واٹ ان لوگوں میں سے ہے جو حضور ﷺ پر اعتراض کرنے کے مواقع تلاش کرتے ہیں۔ لیکن یہ افسانہ اس کو بھی ناقابلِ تسلیم نظر آیا ہے اور اس افسانے کے متعلق ایسے تاثرات کا اظہار کیا ہے جو حضور ﷺ کی اس قبیح الزام سے بری ثابت کرتے ہیں۔ واٹ لکھتا ہے:

"Despite the stories, then, it is unlikely that he was swept off his feet by the physical attractiveness of Zaynab. The other wives are said to have feared her beauty; but her age when she married Muhammad was thirty-five, or perhaps rather thirty-eight, which is fairly advanced for an Arab woman". (42)

ہر قسم کی کہانیوں کے باوجود یہ بات ناممکن ہے کہ زینب کی جسمانی کشش کی وجہ سے محمد

(ﷺ) کے قدم ڈگمگا گئے ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ محمد (ﷺ) کی دوسری بیویاں زینب کے حسن سے خائف تھیں لیکن محمد (ﷺ) کے ساتھ شادی کے وقت ان کی عمر پینتیس بلکہ اڑتیس سال تھی۔ ایک عرب عورت کے لئے یہ عمر بڑی عمر شمار ہوتی ہے۔

منٹ گمری واٹ ایک اور مقام پر اس افسانے کے متعلق یہ تبصرہ کرتا ہے:

"It is most unlikely that at the age of fifty-six such a man as he should have been carried away by a passion for a woman of thirty-five or more". (43)

یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ محمد (ﷺ) جیسا ایک چھپن سالہ شخص ایک ایسی عورت کے متعلق جذبات کی رو میں بہہ گیا ہو جس کی عمر پینتیس سال یا اس سے بھی زیادہ تھی۔

منٹ گمری واٹ حضرت زینب کے ساتھ حضور ﷺ کی شادی کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"The criticism of Muhammad, then, was based on a pre-Islamic idea that was rejected by Islam, and one aim of Muhammad in contracting the marriage was to break the hold of the old idea over men's conduct. How important was this aim compared with others which he might have had?. (44)

زینب بنت جحش سے محمد (ﷺ) کی شادی کے وقت ان پر جو تنقید ہوئی تھی اس کی وجہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی جس کو اسلام نے ختم کر دیا تھا۔ اس شادی سے محمد (ﷺ) کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ لوگوں کے رویے پر اس پرانی رسم کا جو غلبہ تھا، اس کو ختم کیا جائے۔ اس شادی کا یہ مقصد اس کے دیگر ممکنہ مقاصد کے مقابلے میں کتنا اہم تھا۔

سطور بالا میں جو حقائق پیش کئے گئے ہیں، ان کے پیش نظر یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ جس طرح حضور ﷺ کی دیگر تمام شادیاں خواہشات کی تسکین کے لئے نہیں ہوئیں تھیں بلکہ عظیم سیاسی، سماجی اور علمی مقاصد کی خاطر تھیں، اسی طرح حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح بھی انہیں عظیم مقاصد کی خاطر ہوا تھا۔

حضور ﷺ پر تشدد پسندی کا الزام

واٹ نے اپنی مختلف تحریروں میں زور وشور سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کا کوئی معقول ذریعہ معاش نہ تھا، اس لئے انہوں نے عربوں کے دستور کے مطابق تجارتی

کاروانوں کو لوٹنے اور مختلف قبائل پر ڈاکے ڈالنے کا پیشہ اختیار کر لیا۔ وہ لکھتا ہے:

"As these expenditions, even that to Badr, were razzias, where the aim was to capture booty without undue danger to oneself.(45)

بدر کی مہم سمیت یہ مہمیں ڈاکے تھے، اور ان کا مقصد یہ تھا کہ غیر ضروری خطرات مول لئے بغیر مال غنیمت اکٹھا کیا جائے۔

یہی مستشرق ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

"When one looks at all alternatives, however, it seems clear that even before he left Mecca Muhammad must have looked on raids on Meccan caravans as a possibility, even a probability. In the raids the Muslims were taking the offensive. Muhammad cannot have failed to realize that, even if the raids were only slightly successful, the Meccans were bound to attempt reprisals. In these little raids, then, he was deliberately challenging and provoking the Meccans. In our peace-conscious age it is difficult to understand how a religious leader could thus engage in offensive war and become almost an aggressor". (46)

جب انسان ان تمام معاشی امکانات کا جائزہ لیتا ہے جو محمد (ﷺ) کے پیش نظر تھے تو یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ محمد (ﷺ) نے ہجرت سے پہلے ہی مکی کاروانوں پر حملوں کے امکان بلکہ غالب امکان پر غور کیا ہوگا۔ ان حملوں میں مسلمانوں کا رویہ جارحانہ تھا۔ محمد (ﷺ) اس بات کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکتے تھے کہ گو ان حملوں میں ان کو معمولی کامیابی حاصل ہو، لیکن مکہ والے انتقامی کاروائی ضرور کریں گے۔ ان چھوٹے حملوں میں محمد (ﷺ) مکہ والوں کو چیلنج کر رہے تھے بلکہ ان کو اشتعال دلا رہے تھے۔ ہمارے امن پسند زمانے میں یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ایک مذہبی راہنما کیونکر جارحانہ جنگوں میں مشغول ہو کر ایک جارح بن سکتا ہے۔

غزوات کو ڈاکے ثابت کرنے کی کوشش میں واٹ ایک اور جگہ لکھتا ہے:

Thus whether Muhammad incited his followers to action and then used their wrongs to justify it, or whether he yielded to pressure from them to allow such action, the normal Arab practice of the razzia was taken over by the

Islamic community. In being taken over, however, it was transformed. It became an activity of believers against unbelievers, and therefore took place within religious context." (47)

خواہ محمد (ﷺ) نے اپنے پیروکاروں کو جارحیت پر ابھارا ہو اور پھر ان کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کو اس عمل کو جواز مہیا کرنے کے لئے استعمال کیا ہو یا انہوں نے اپنے پیروکاروں کی طرف سے اس عمل کی اجازت دینے کے مطالبے کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ہوں، دونوں صورتوں میں نتیجہ یہ تھا کہ عربوں کے ہاں معروف ڈاکہ زنی کے عمل کو امت مسلمہ نے اپنالیا اور اس عمل کو اپنا لینے کے بعد انہوں نے اس کی ہیئت میں تبدیلی کردی۔ اس طرح یہ ایک ایسا عمل بن گیا جو مومن کافروں کے خلاف سرانجام دیتے تھے اور (ڈاکہ زنی کا) یہ عمل مذہبی دائرے کے اندر سرانجام پاتا تھا۔

پھر مستشرق مذکور اس تبدیلی کی نوعیت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

The change from the razzia to the Jihad may seem to be no more than a change of name, the giving of an aura of religion to what was essentially the same activity. (48)

ڈاکے اور جہاد میں فرق صرف نام کی تبدیلی کا تھا۔ اس طرح وہ کام جو دراصل ڈاکہ ہی تھا اس کو مذہبی رنگ دینے کی کوشش کی گئی۔

واٹ اسلامی جہاد کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

Another point was doubtless present in Muhammad's mind. He forbade fighting and raiding between Muslims, and consequently, if a large number of Arab tribes accepted Islam or even merely accepted Muhammad's leadership, he would have to find an alternative outlet for their energies. Looking ahead, Muhammad probably realized that it would be neccessary to direct the predatory impulses of the Arabs outwards, towards the settled communities adjacent to Arabia, and he was probably conscious to some extent of the development of the route to Syria as a preparation for expansion. (49)

بلاشک وشبہ ایک اور نکتہ بھی محمد (ﷺ) کے ذہن میں تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو باہم لڑائی کرنے اور ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے منع کردیا تھا۔ اگر عرب کے قبائل کثرت سے

اسلام قبول کر لیتے یا محض محمد (ﷺ) کی قیادت کو تسلیم کر لیتے تو آپ کے لئے ضروری تھا کہ آپ عربوں کی قوت کے اظہار کے لئے کوئی متبادل راستہ تلاش کرتے۔ غالباً مستقبل کے متعلق سوچتے ہوئے، آپ نے یہ محسوس کیا کہ عربوں کے غارت گرانہ رجحانات کا رخ خارج کی طرف موڑنا ضروری ہوگا، ان پر امن علاقوں کی طرف جو عرب سے ملحق تھے۔ اور غالباً اپنی مملکت کی حدود کو وسیع کرنے کی خاطر، شام کے راستے پر آپ کی خصوصی نظر ہوگی۔

اسلام نے جنگ کے ایسے اصول مقرر فرمائے کہ ان اصولوں کی وجہ سے اسلامی جہاد ان جنگوں سے ممتاز ہو جاتا ہے جو تاریخ انسانی کے مختلف ادوار میں انسانوں نے توسیع پسندی اور دیگر قوموں کے استیصال کے لئے دوسروں پر مسلط کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا:

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ O (۵۰)

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور (ان پر بھی) زیادتی نہ کرنا۔ بے شک اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو۔

ایک دوسری آیت کریمہ ارشاد فرمایا:

وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ فَاِنِ انْتَھَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ O (۵۱)

اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ (وفساد) اور ہو جائے دین صرف اللہ کے لئے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو (سمجھ لو) کہ سختی (کسی پر) جائز نہیں مگر ظالموں پر

جنگ کے اصولوں کی مزید تشریح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ O (۵۲)

تو جو تم پر زیادتی کرے تم اس پر زیادتی کر لو (لیکن) اس قدر جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہو اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ اور جان لو یقیناً اللہ (کی نصرت) پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاں دشمنان دین کے خلاف جہاد کی تیاریوں اور عملاً جہاد کرنے کا حکم دیا ہے وہاں ساتھ ہی یہ ارشاد بھی فرمایا ہے:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ O

(۵۳)

اور اگر کفار مائل ہوں صلح کی طرف تو آپ بھی مائل ہو جایئے اس کی طرف اور بھروسہ کیجیے اللہ پر۔ بے شک وہی سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ میں جہاد اسلامی کے اصول وضوابط کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کے حکم جہاد کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل تین چیزوں پر خصوصی غور کرنا ضروری ہے۔

۱۔ جنگ کس مقصد کے لئے ہو۔

۲۔ جنگ کس کے خلاف لڑی جائے۔

۳۔ جنگ میں کن کن شرائط اور قیود کی پابندی ضروری ہے۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ وضاحت سے بتا رہی ہیں کہ اسلامی جنگیں نہ آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لئے لڑی جاتی ہیں، نہ کسی قوم کی نسلی برتری کو ثابت کرنے کے لئے اور نہ صنعتی اور تجارتی مفادات کی خاطر بلکہ یہ جنگیں صرف حق کی بلندی کی خاطر لڑی جاتی ہیں۔ یہ جنگیں ان لوگوں کے خلاف لڑی جاتی ہیں جو تمہارے خلاف جنگ کرتے ہیں اور ان شرائط کے ساتھ کہ کسی پر زیادتی مت کرو۔

قرآن کریم نے جہاد کے جو اصول پیش کئے تھے حضور ﷺ نے اپنے فرامین میں ان کی تفصیل فرمادی۔ آپ نے مختلف لشکروں کے مہموں پر روانہ فرماتے وقت مختلف ہدایات دیں۔ ایک لشکر کو الوداع کہتے ہوئے حضور ﷺ نے انہیں یہ وصیت فرمائی۔

انطلقوا باسم اللہ و علی برکۃ اللہ لا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا ولا امرأۃ ولا تغلوا فضموا غنائمکم واصلحوا و احسنوا ان اللہ تعالیٰ یحب المحسنین (۵۴)

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اس کے نام کی برکت کے ساتھ سفر جہاد پر روانہ ہو جاؤ۔ کسی بوڑھے شخص کو، کسی بچے کو یا کسی عورت کو ہرگز قتل نہ کرنا اور خیانت نہ کرنا۔ غنائم اکٹھا کرنا اور حالات کو درست کرنے کی کوشش کرنا۔ دشمن کے ساتھ بھی احسان کرنا بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

مسلمانوں کو جہاد کے بارے میں جو تعلیمات دی گئی ہیں ان کے تناظر میں مستشرقین کے الزامات کو دیکھا جائے تو ان کی تنگ نظر ظاہر ہوتی ہے۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ ان کے الزامات حقیقت سے کوسوں دور اور محض ذہنی تسکین کے لئے ہیں۔ نیز مستشرقین کی طرف سے حضور ﷺ کی شخصیت پر لگائے گئے الزامات

اور اعتراضات کو بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مستشرقین ان تمام حقائق سے آشنا ہونے کے باوجود محض روایتی تعصب اور تنگ نظری کی بنا پر آپ ﷺ کے دامن کو داغ ار کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتے۔ قرآن نے سچ ہی کہا ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (۵۵)

مراجع ومصادر

۱۔ القرآن الکریم
۲۔ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۸۸ء
۳۔ دار المصنفین، (اعظم گڑھ) مجلّہ معارف، جلد دوم، ۱۴۰۶/۱۹۸۶ء
۴۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، مکتبہ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور
۵۔ محمد علی صابونی، شبہات واباطیل حول تعدد زوجات الرسول، دار العلم، مکہ مکرمہ، ۱۹۸۰ء

6. Essays on Islam, Hamdard Foundation Karachi, 1993
7. Encyclopaedia of Ethics and Religion, 1987, London
8. Prophet Muhammad and his western critics, Zafar Ali Qureshi idara Ma'arif Islamia Lahore, 1992
9. Muhammad at Mecca, Edinburg University Press, U.K. 1988
10. Muhammad at Madina, Oxford clarendon Press 1956
11. Muhammad Prophet and States man Oxford University Press London, 1961

حوالہ جات

۱۔ مستشرقین اور سیرت نبوی، عماد الدین خلیل، بحوالہ اسلام اور مستشرقین، معارف اعظم گڑھ: ص ۱۵۰

2. Essays on Islam, P vii-viii

۳۔ محمد ایٹ مکہ پر ایک نظر، منٹ گمری واٹ، (ترجمہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن،) بحوالہ معارف اعظم گڑھ: ص ۲۰۸

۴۔ الرحیق المختوم: ص ۴۴

۵۔ محمد ایٹ مدینہ: ص ۵۔۲۰۴

۶۔ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس، ج ۸: ص ۸۷۲

۷۔ سنن الترمذی، کتاب المناقب، ج ۵: ص ۵۴۴۔۴۵

۸۔ محمد پرافٹ اینڈ اسٹیٹس مین: ص ۸

۹۔ محمد پرافٹ اینڈ اسٹیٹس مین: ص ۱۔۲

۱۰۔ ایضاً: ص ۳۸

۱۱۔ محمد ایٹ مکہ: ص ۳۲

۱۲۔ ایضاً: ص ۳۳

۱۳۔ محمد ایٹ مکہ: ص ۳۳
۱۴۔ سنن الترمذی، کتاب المناقب، ج ۵: ص ۵۴۰
۱۵۔ محمد ایٹ مکہ: ص ۴۷
۱۶۔ محمد ایٹ مکہ، ص ۱۔۵۰
۱۷۔ محمد ایٹ مدینہ: ص ۲۲۸
۱۸۔ ایضاً
۱۹۔ محمد ایٹ مدینہ: ص ۲۲۹
۲۰۔ ایضاً: ص ۲۲۹
۲۱۔ محمد پرافٹ اینڈ اسٹیٹس مین: ص ۳۳
۲۲۔ محمد ایٹ مدینہ: ص ۲۳۸
۲۳۔ الانشراح: ۴
۲۴۔ الضحیٰ: ۴
۲۵۔ محمد پرافٹ اینڈ اسٹیٹس مین: ص ۱۹۱
۲۶۔ محمد پرافٹ اینڈ اسٹیٹس مین: ص ۲۱
۲۷۔ محمد پرافٹ اینڈ اسٹیٹس مین: ص ۲۱
۲۸۔ ایضاً: ص ۱۷
۲۹۔ البقرہ: ۲۸۵
۳۰۔ محمد پرافٹ اینڈ اسٹیٹس مین: ص ۱۴
۳۱۔ محمد ایٹ مدینہ: ۳۱۰
۳۲۔ محمد ایٹ مکہ: ص ۵۱
۳۳۔ محمد پرافٹ اینڈ سٹیٹس مین: ص ۱۳
۳۴۔ محمد ایٹ مدینہ: ص ۲۷۷
۳۵۔ ایضاً: ص ۴۹
۳۶۔ محمد ایٹ مکہ: ص ۸۷
۳۷۔ محمد ایٹ مدینہ: ص ۲۷۴
۳۸۔ محمد ایٹ مدینہ: ص ۲۷۴
۳۹۔ ایضاً: ص ۲۷۵
۴۰۔ شبہات واباطیل حول تعدد زوجات الرسول: ص ۱۱
۴۱۔ رحمۃ للعالمین، ج ۲: ص ۱۳۱
۴۲۔ محمد ایٹ مدینہ: ص ۳۳۱
۴۳۔ محمد پرافٹ اینڈ اسٹیٹس مین: ص ۱۵۸
۴۴۔ محمد ایٹ مدینہ: ص ۳۳۰
۴۵۔ ایضاً: ص ۲۳۱
۴۶۔ محمد پرافٹ اینڈ اسٹیٹس مین: ص ۱۰۵
۴۷۔ محمد پرافٹ اینڈ اسٹیٹس مین: ص ۱۰۸
۴۸۔ ایضاً: ص ۱۰۸
۴۹۔ محمد ایٹ مدینہ: ص ۴۵
۵۰۔ البقرۃ: ۱۹۰
۵۱۔ البقرۃ: ۱۹۳
۵۲۔ البقرۃ: ۱۹۴
۵۳۔ الانفال: ۶۱
۵۴۔ کتاب المغازی، ترمذی
۵۵۔ البقرۃ: ۷

جواہر نبوی (جیبی سائز) سید فضل الرحمٰن
صفحات ۱۹۲ قیمت ۶۰
۳۱۳ مختصر احادیث (جوامع الکلم) خوب صورت رنگین طباعت
زوار اکیڈمی پبلی کیشنز: A/4-17، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ فون: ۶۶۸۴۷۹۰